


# Al-Mīthāq

*(Research Journal of Islamic Theology)*

**Published by: HIRA** *Institute of Social Sciences Research & Development*
**ISSN:** 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
**Volume** 05, **Issue** 04, October - December 2026, PP 153-169
**Open Access at**: https://almithaqjournal.org/

| *Article Timeline:* | *Received:* 11-09-2026 | *Accepted:* 29-10-2026 | *Published:* 05-11-2026 |
|---|---|---|---|



**Disclaimer:**
Responsibility for the accuracy of the stated facts rests solely with the authors. Opinions expressed in *"Al-Mīthāq"* are those of the authors and not necessarily endorsed by either the Editorial board or the Institute.

HIRA INSTITUTE


# قرآنی اصطلاح "القریۃ" کے وجوہ: مفسرین وماہرین علوم القرآن کی تحقیقات کا تجزیاتی مطالعہ

# *Different Meanings of the Qur'ānic Term "Al-Qaryah": An Analytical Study of the Investigations of Exegetes and Experts of Qur'ānic Sciences*


***Hafiz Muhammad Aqib Hayat*** [1] ***Dr. Muhammad Farooq Haider*** [2]



## *Abstract*

There are many words in the Qur'ān that are used in different contexts with different meanings. It is essential for an exegete and a jurist to determine which meaning a particular Qur'ānic word conveys in a given context. There are differences among exegetes regarding the interpretive referents of a Qur'ānic word or term. In some instances, the differences are merely due to diversity of interpretation (Ikhtilāf al-tanawwu'), whereas only in a very limited number of cases, there is genuine disagreement. One such Qur'ānic term is "Al-Qaryah". Determining its meaning and identifying its specific external referent is not necessarily significant from the perspective of deriving a legal ruling. However, exegetes have attempted to identify its external referent in their interpretation by taking the Qur'ānic context into consideration, wherever the term Al-Qaryah is present. In some instances, exegetes have retained the term Qaryah in its general sense without specifying a particular referent. Compared with the Qur'ānic commentaries, the writings devoted specifically to Homonyms and Synonyms in the Qur'ān have mentioned total thirteen different meanings of this term.



## *Keywords*

*Al-Qur'ān, Al-Qaryah, Tafsīr, Qur'ānic Sciences, Homonyms, Synonyms*



[1]*M. Phil Scholar, Department of Arabic & Islamic Studies, GC University, Lahore, Pakistan. aqibhayatgcu@gmail.com*

[2] ***Corresponding Author,*** *Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, GC University, Lahore, Pakistan. dr.farooqhaider@gcu.edu.pk*

## تمہید

قرآن مجید کے کئی الفاظ مختلف مواقع پر متنوع معانی کا احتمال رکھتے ہیں۔ معانی کا یہ فرق بعض مقامات پر تنوع اور کسی جگہ اضداد کی نوع سے ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے مواقع تفسیری اختلافات کا سبب بھی بنتے ہیں۔ مشترک اور متعدد الدلالۃ الفاظ جو کتاب اللہ میں مختلف مقامات پر ایک سے زائد معانی میں استعمال ہوئے ہیں کو علم وجوہ و نظائر میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔ تفہیم قرآن اور احکام و مسائل کے استنباط کے لیے اس علم کا جاننا بعض مواقع پر ناگزیر ہوتا ہے تاکہ مراد الٰہی متعین کرنے میں خطا سے محفوظ رہا جا سکے۔ ایسے الفاظ اور ان کی متنوع تفسیرات و تاویلات کو تفاسیر کے علاوہ بطور خاص کتبِ وجوہ و نظائر کا مستقل موضوع بنایا گیا ہے۔ قرانی وجوہ و نظائر پر مقاتل بن سلیمان (م ۱۵۰ھ)، امام دامغانی (م ۴۷۸ھ)، علامہ ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) اور محمد بن یعقوب الفیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) کی کتب نمایاں ہیں۔

## وجوہ و نظائر کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

وجوہ وجہ کی جمع ہے۔ وجہ کے لغت میں متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں۔ ابن درید اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

وجه الانسان وغيره معروف ووجه النهار:اوله ووجه الكلام:السبيل التى تقصدهابه وجوه القوم:سادتهم وصرفت الشئ عن وجه اى عن سننه۔ويجمع وجه على اوجه ووجوه واجوه۔[1]

وجہ کے معروف معنی تو انسان کا چہرہ ہے اور وجہ النہار دن کا اول حصہ ہے اور جب وجہ کلام بولا جائے گا تو اس سے مراد کلام کا وہ پہلو ہو گا جس کا قصد کیا گیا ہو اور سردار قوم اور طریقہ پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

نظائر نظیر کی جمع ہے یعنی ایک جیسا ہونا، اخلاق و افعال اور اقوال میں ایک دوسرے کے مشابہ ہونا۔[2] متقدمین و متاخرین، ماہرین علوم القرآن نے علم الوجوہ والنظائر کی اصطلاح کو بیان کیا ہے لیکن علامہ ابن جوزیؒ وہ پہلے مؤلف ہیں جنہوں نے اپنی کتاب نزھۃ الاعین النواظر میں علم الوجوہ والنظائر کی جامع تعریف بیان کی ہے۔ ان کے کلام کا حاصل ہے کہ وجوہ و نظائر کے معنی ہیں کہ: ایک لفظ جب قرآن میں ایک ہی مادہ اور حرکت کے ساتھ مختلف آیات میں آئے گا تو ہر جگہ اس کے معانی مختلف ہوں گے ایسے الفاظ نظائر کہلاتے ہیں اور جن مختلف معانی پر وہ آئے ہیں انہیں وجوہ کہتے ہیں۔ یعنی الفاظ ایک دوسرے کے نظائر ہیں اور معانی وجوہ ہیں۔[3]

آٹھویں صدی ہجری میں امام زرکشیؒ "البرھان فی علوم القرآن" میں اس علم کی تعریف کو قدرے مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں:

یعنی وجوہ ایسا لفظ مشترک ہے جو کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے لفظ امۃ ہے اور نظائر باہم موافقت رکھنے والے مترادف الفاظ ہیں۔[4]

ابن جوزیؒ نے وجوہ و نظائر کی جو تعریف کی ہے کہ نظائر الفاظ میں اور وجوہ معانی میں پائے جاتے ہیں اس تعریف کو امام سیوطیؒ نے ایک کمزور قول قرار دیا ہے۔ علامہ سیوطی نے وجوہ اور نظائر کو دو علیحدہ انواع کے طور پر بیان کیا ہے۔ ایک قول کے مطابق نظائر لفظ میں اور وجوہ معانی میں پائے جاتے ہیں مگر یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ اگر یہ صحیح مانا جاتا ہے تو وجوہ اور نظائر سب مشترک الفاظ میں ہی پائے جاتے۔ حالانکہ یہ بات نہیں کیونکہ مذکورۃ بالا علمائے فن نے اپنی کتابوں میں ایک ہی معنی کے لفظ کو بہت سی جگہوں میں ذکر کیا ہے اور وجوہ کو ایک قسم کے لفظوں کی نوع قرار دیا ہے تو نظائر کو دوسرے الفاظ کی نوع بتایا ہے۔[5]

دونوں علماء کی مذکورہ بالا رائے اور اس موضوع پر لکھی گئی کتب کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی نے جو تعریف بیان کی وہی راجح ہے کیونکہ اس موضوع پر لکھی گئی کتب میں نظائر کو علیحدہ سے بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی علامہ سیوطیؒ نے اپنی بیان کردہ نظائر کی تعریف میں کوئی مثال نقل کی ہے بلکہ جو امثلہ نقل کی ہیں ان میں بھی ابن جوزی کے اسلوب کی پیروی کی ہے۔ اس

لیے خاص طور پر علوم القرآن کے حوالے سے وجوہ ونظائر کی تعریف وہی ہے جو ابن جوزی نے اختیار کی کہ نظائر الفاظ کو کہتے ہیں او روجوہ سے مراد معانی ہیں۔[6]

## اصطلاح القریۃ کے وجوہ: ماہرین علوم القرآن ومفسرین کی تعبیرات

قرآن مجید میں وارد مختلف الوجوہ الفاظ میں لفظ "القریۃ" کے متعلق ماہرین علوم القرآن اور مفسرین کرام نے مختلف مصادیق بیان کئے ہیں۔ لفظ القریۃ قرآن مجید میں تینتیس مقامات پر وارد ہوا ہے۔ ماہرین ومفسرین نے بلحاظ عموم وخصوص لفظ القریۃ کے وجوہ بیان کئے ہیں یعنی بعض مقامات پر القریۃ سے مراد محض لوگوں کا مجمع یا سابقہ اقوام کی طرف اشارہ مراد ہوتا ہے تو بعض مقامات پر لفظ القریۃ سے کوئی خاص مقام، جگہ، قوم یا بستی ہوئی مراد ہوتی ہے۔ یہاں لفظ القریۃ کے وجوہ میں ماہرین علوم القرآن اور مفسرین کرام کی توجیہات وتاویلات بیان کی گئی ہیں۔

## القریۃ کے وجوہ: ماہرین علوم القرآن کی تاویلات

علم الوجوہ والنظائر کا دارومدار قرآن مجید میں موجود مختلف الوجوہ الفاظ کے معانی کے تعین پر موقوف ہے۔ لفظ القریۃ کے وجوہ کے ضمن میں ماہرین علوم القرآن میں سے ابوعبداللہ حسین بن محمد دامغانیؒ (م۴۷۸ھ) علامہ ابن جوزی (م۵۹۷ھ) اور محمد بن یعقوب الفیروز آبادی (م۸۱۷ھ) کی آراء نمایاں ہیں۔ زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام دامغانیؒ کی آراء نقل کرنے کے بعد اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ دیگر ماہرین یعنی علامہ ابن جوزیؒ اور محمد بن یعقوب الفیروز آبادیؒ نے وہی وجوہ بیان کئے ہیں یا اختلاف کیا ہے۔ امام دامغانیؒ نے اپنی کتاب الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللہ العزیز میں قرآنی اصطلاح القریۃ کی دس وجوہ بیان کی ہیں۔[7] امام دامغانی نے باب القریۃ کے تحت لفظ قریہ کے جو دس وجوہ بیان کئے، اس کی تفصیل کو یہاں جدول میں واضح کیا گیا ہے۔

| مقام | سورۃ | آیت |
|---|---|---|
| مکہ | النحل | وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً (النحل۱۶:۱۱۲) |
| | محمد | وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ (محمد۴۷:۱۳) |
| مکہ وطائف | الزخرف | عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ (الزخرف۴۳:۳۱) |
| انطاکیہ | الکہف | حَتّٰٓي اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ (الکہف۱۸:۷۷) |
| | یٰسین | وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ (یٰسین۳۶:۱۳) |
| دیرھرقل | البقرۃ | اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰي قَرْيَةٍ (البقرہ۲:۲۵۹) |
| اریحا | البقرۃ | وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ (البقرہ۲:۸۷) |
| | الاعراف | وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ (الاعراف۷:۱۱۶) |
| قریات لوط | العنکبوت | اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓي اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ (العنکبوت۲۹:۳۴) |
| نینوی | یونس | فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ (یونس۱۰:۹۸) |
| ایلہ | الاعراف | وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ (الاعراف۷:۱۶۳) |
| مصر | یوسف | وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا (یوسف۱۲:۸۲) |

| | | |
|---|---|---|
| مجتمع الناس | الاسراء | وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا (الاسراء۱۷:۵۸) |
| | الحج | وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ (الحج۲۲:۴۸) |

علامہ ابن جوزیؒ نے بھی نزھۃ الاعین النواظر میں بغیر کسی اختلاف کے ان آیات کے ضمن میں ہی القریۃ کے دس وجوہ بیان کئے ہیں۔[8] محمد بن یعقوب الفیروز آبادیؒ نے بصائر ذوی التمییز میں لفظ القریۃ کے آٹھ وجوہ ذکر کئے ہیں۔[9] مصر اور قریات لوط (سدوم) یہ دو وجوہ بیان نہیں کئے بقیہ آٹھ وجوہ وہی ہیں جو امام دامغانیؒ اور علامہ ابن جوزیؒ نے بیان کئے ہیں۔

## اصطلاح القریۃ کے وجوہ: مفسرین کی تعبیرات

تفسیر قرآن میں دو منہج اختیار کئے گئے ہیں تفسیر بالدرایۃ اور تفسیر بالروایۃ، دونوں صورتوں میں ایک مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانی و مطالب کی توضیح میں قرآنی وجوہ پر گہری نظر رکھتا ہو۔ حضرت ابو درداءؓ کا فرمان ہے:

لا تفقه كل الفقه حتى ترى للقرآن وجوها كثيرة ۔[10]

کوئی شخص اس وقت تک فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ قرآن کی بہت سی وجوہ پر نظر نہ رکھتا ہو۔

متقدمین و متاخرین مفسرین نے لفظ القریۃ کے مختلف وجوہ بیان کئے ہیں جن کا یہاں جائزہ لیا گیا ہے۔

## القریۃ کے وجوہ

آیات مبارکہ میں وارد لفظ القریۃ کے ضمن میں متقدمین و متاخرین مفسرین کرام نے متعدد وجوہ بیان کئے ہیں۔ بعض مقامات پر لفظ بلحاظ عموم وارد ہوا ہے جس کی مفسرین کرام نے تخصیص نہیں کی اور وہاں پر لفظ کا اطلاق جمیع القری پر ہوتا ہے۔ بلحاظ عموم و خصوص مفسرین کرام نے بارہ وجوہ بیان کی ہیں جو کہ یہ ہیں:

مكه، بيت المقدس، ايله، نينوىٰ، مصر، انطاكيه، سدوم، اريحاء، مدين، اہل حضور، اصحاب الرس، جميع القرىٰ۔

## وجہ اوّل: القریۃ بمعنی مکہ مکرمہ

1: مفسرین کرام نے تین قرآنی آیات میں وارد لفظ القریۃ کے ضمن میں یہ وجہ بیان کی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت مبارکہ ہے کہ:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا[11]

اے ہمارے رب نکال ہم کو اس بستی سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔

امام قرطبیؒ اس آیت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ: من هذه القرية الظالم اهلها تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں قریہ سے مراد مکہ ہے۔[12] ابو البرکات نسفیؒ اس آیت کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے یعنی مکہ مکرمہ سے۔[13] سید مودودیؒ اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں اس آیت کے لفظ القریۃ کی تخصیص کرتے ہوئے اس کے تفسیری مصداق میں مکہ کو بیان کرتے ہیں۔[14]

2: دوسری آیت مبارکہ سورۃ النحل کی ہے جس میں وارد لفظ القریۃ کی تعبیر مکہ سے کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً[15]

اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی۔

امام طبریؒ اس آیت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

يقول الله تعالىٰ ذكره: و مثل الله مثلاً لمكة التى سكانها اهل الشرك با الله هى القرية التى كانت اٰمنة مطمئنة۔[16]

اللہ تعالیٰ، جس کا ذکر بلند ہے، ایک مثال بیان فرماتا ہے: اس بستی کی مثال جس کے باشندے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے، وہی بستی ہے جو امن واطمینان سے آباد تھی۔

یہاں امام صاحب کے نزدیک جس پر امن بستی کا ذکر کیا گیا ہے وہ مکہ ہے۔ بعض دیگر مفسرین کرام نے بھی یہاں قریہ سے مراد مکہ ہی لیا ہے۔ جیسا کہ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں: اس سے مراد اہل مکہ ہیں، جو کہ مکہ میں امن واطمینان میں تھے۔[17] متاخرین مفسرین کرام میں سے سید مودودیؒ نے بھی یہاں القریۃ سے مراد مکہ لیا ہے۔[18] اس کے برعکس مولانا امین احسن اصلاحی کے نزدیک یہاں القریۃ سے مراد سبا ہے اور یہ اہل مکہ کے لیے اس بستی کی مثال ہے۔[19]

3: تیسری آیت مبارکہ سورۃ محمد کی ہے جس میں القریۃ وارد ہے۔ آیت مبارکہ ہے کہ:

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلا نَاصِرَ لَهُمْ[20]

اور بہت ساری بستیاں تھیں جن کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا یہ بستیاں آپ کی بستی سے زیادہ سخت تھیں جنہوں نے آپ کو نکال دیا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوا۔

امام طبریؒ بیان کرتے ہیں:

وكم يا محمد من قرية هي أشد قوة من قريتك، يقول أهلها أشدّ بأسا، وأكثر جمعا، وأعدّ عديدا من أهل قريتك، وهي مكة، وأخرج الخبر عن القرية، والمراد به أهلها.[21]

اور اے محمد ﷺ! کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جو آپ کی بستی (مکہ) سے زیادہ طاقتور تھیں۔ یعنی ان کے باشندے قوت وطاقت میں زیادہ سخت، تعداد میں زیادہ اور لشکر وافراد کے لحاظ سے زیادہ تیار تھے۔ یہاں بستی کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ مراد اس کے باشندے ہیں۔

امام طبریؒ یہاں تفصیل بیان کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہاں دراصل قریہ سے مراد مکہ ہے۔ اسی طرح امام قرطبیؒ[22]، ابو البرکات نسفی[23] یہاں القریۃ سے مراد مکہ لیتے ہیں اور اس آیت کے ضمن میں امام سیوطیؒ روایت نقل کرتے ہیں: ابن المنذر نے قتادہ سے روایت کیا کہ وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتک میں آپ کی بستی سے مراد مکہ ہے۔[24] متاخرین مفسرین میں سے مودودیؒ صاحب یہاں ہجرت مدینہ کے وقت نبی کریمؐ کی مکہ سے محبت کو بیان کرتے ہوئے یہاں قریہ سے مراد مکہ ہی لیتے ہیں۔[25]

## وجہ دوم: القریۃ بمعنی بیت المقدس

مفسرین کرام نے سورۃ البقرہ اور سورۃ الاعراف کی آیات میں وارد لفظ قریہ کا تفسیری مصداق بیت المقدس بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰي قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا[26]

یا اس شخص کی طرح سے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ اس حال میں تھی کہ چھتوں پر اس کی دیواریں گری پڑی تھیں۔

امام طبریؒ نے اگرچہ اس آیت کے حوالے سے وضاحت بیان کی ہے مگر القریۃ کے حوالے سے کوئی تخصیص نہیں کی مگر امام قرطبیؒ یہاں القریۃ کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں: وہ بستی بیت المقدس ہے جبکہ اسے بخت نصر بابلی نے تباہ کیا تھا۔[27] ابو البرکات نسفیؒ اس آیت کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں: علیٰ قریۃ، یہ بستی بیت المقدس کی تھی جسے بخت نصر نے حملہ کر کے ویران وبرباد کر دیا تھا اور اس بستی میں رہنے والے ہزاروں بنی اسرائیلیوں کو نکال دیا تھا۔[28]

متاخرین، مفسرین میں سے غلام رسول سعیدیؒ اس بستی کے بیت المقدس ہونے کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں:

حضرت عزیرؑ کا جس تباہ شدہ بستی سے گزر ہوا تھا اس کے متعلق وہب، قتادہ، ضحاک، عکرمہ، اور ربیع نے کہا ہے کہ وہ بیت المقدس کا شہر تھا یا بیت المقدس سے دو فرسخ کے فاصلہ پر انگوروں کے باغ کی ایک بستی تھی۔[29]

دوسری آیت مبارکہ ہے کہ:

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ [30]

اور جب ان سے کہا گیا کہ سکونت کرو اس بستی میں۔

سورۃ الاعراف کی اس آیت مبارکہ میں قریہ کے حوالے سے امام طبریؒ بیان کرتے ہیں کہ وہ قریۃ بیت المقدس تھی۔[31] ابو البرکاتؒ، مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں: اور یاد کیجئے جب ان سے کہا گیا کہ تم اس بستی یعنی بیت المقدس میں آباد ہو جاؤ۔[32] امین احسن اصلاحی نے سورہ بقرہ کی آیات جن میں القریۃ آیا ہے، کی تفصیل کا حوالہ دیتے ہوئے اس جگہ سے بیت المقدس مراد لیا ہے۔[33] لہٰذا مفسرین کی تعبیرات سے یہ واضح ہے کہ ان آیات میں وارد لفظ القریۃ سے مراد درحقیقت بیت المقدس ہے جہاں پر بنی اسرائیل کو سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان پر کھانے پینے کی نعمتیں نازل کی گئی تھیں۔

## وجہ سوم: القریۃ بمعنی ایلہ

لفظ القریۃ کی تعبیر کرتے ہوئے مفسرین کرام نے تیسری وجہ ایلہ بیان کی ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت مبارکہ میں وارد لفظ القریۃ درحقیقت یہود کی بستی کی طرف منسوب ہے جنہیں سنیچر کے دن یعنی یوم سبت کو شکار کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ [34]

اور آپ اس بستی کے بارے میں ان سے پوچھ لیں جو دریا کے قریب آباد تھی۔

امام قرطبیؒ اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس بستی کے تعین میں اختلاف ہے۔ پس حضرت ابن عباس، عکرمہ او رسدی نے کہا: وہ ایلہ ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ایلہ اور طور کے درمیان مدین ہے۔[35] امام نسفیؒ بیان کرتے ہیں کہ: واسئلهم عن القرية اور آپ یہودیوں سے ایلہ نامی بستی یا مدین کی بستی کے بارے میں پوچھئے اور یہ سوال ان کے قدیمی کفر پر تنبیہ کرنے کے لیے ہے۔[36] امام سیوطیؒ بھی یہاں قریہ کے حوالے سے جو روایت نقل کرتے ہیں اس کے مطابق وہ بستی ایلہ تھی۔[37] مودودیؒ صاحب یہاں قریہ کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت فرماتے ہیں کہ:

محققین کے غالب میلان اس طرف ہے کہ یہ مقام ایلہ یا ایلات یا ایلوت تھا۔ جہاں اب اسرائیل کی یہودی ریاست نے اسی نام کی ایک بندر گاہ بنائی ہے اور جس کے قریب ہی اردن کی مشہور بندر گاہ واقع ہے۔ اس کی جائے وقوع بحر قلزم کی اس شاخ کے انتہائی سرے پر جو جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی اور عرب کے مغربی ساحل کے درمیان ایک لمبی خلیج کی صورت میں نظر آتی ہے۔[38]

لہٰذا سورۃ الاعراف کی اس آیت مبارکہ میں وارد لفظ القریۃ سے مفسرین ایلہ بستی مراد لیتے ہیں۔

## وجہ چہارم: القریۃ بمعنی نینوی

سورۃ یونس کی آیت مبارکہ میں موجود لفظ القریۃ درحقیقت حضرت یونسؑ کی قوم کی عذاب کی آمد کی خبر کے بعد معافی مانگنے اور حق کی طرف رجوع کرنے کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دنیاوی عذاب کو ہٹا دیا اور خوشحال کر دیا۔ آیت مبارکہ ہے کہ:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ[39]

سو کوئی بستی ایمان نہ لائی جس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا مگر یونس کی قوم۔

امام قرطبیؒ بیان کرتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت سے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یونسؑ کی قوم موصل کی سرزمین میں نینویٰ کے مقام پر آباد تھی اور وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔[40] ابو البرکات نسفیؒ بھی نینویٰ کو بطور تفسیری مصداق بیان کرتے ہیں کہ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یونسؑ کو سرزمین موصل کے علاقہ نینویٰ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔[41] ابن کثیرؒ نے اس امر کی وضاحت یوں کی ہے: الغرض تمام انبیاء میں سے کسی کی ساری امت نے انہیں نبی نہیں مانا، سوائے اہل نینویٰ کے جو حضرت یونسؑ کی امت کے لوگ تھے۔[42] متاخرین مفسرین میں سے مودودی صاحب اس آیت کے ضمن میں مفصل بحث کرتے ہیں اور قریہ کی تفسیر نینویٰ کے علاقہ سے کرتے ہیں۔[43]

## وجہ پنجم: القریۃ بمعنی مصر

مفسرین کرام نے سورہ یوسف کی آیت میں وارد لفظ القریۃ کی تفسیر مصر کے علاقہ سے کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ[44]

اور آپ اس بستی سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیجئے جن میں شامل ہو کر آئے ہیں اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں۔

مندرجہ بالا آیت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی صفائی پیش کرنے سے متعلق ہے جب بنیامین کے سامان سے چیز برآمد ہوئی اور اسے مصر میں ٹھہرالیا گیا اور باقی بھائی واپس چلے گئے جو کہ ایک خدائی مصلحت تھی۔ یہاں مقصود لفظ القریۃ کے حوالے سے مفسرین کی تعبیرات بیان کی گئی ہیں: امام طبریؒ فرماتے ہیں:

يقول: وان كنت متهما لنا، لا تصدقنا على مانقول من ان ابنک سرق "فاسأل القرية التى كنا فيها"وهى مصر۔[45]

وہ کہتا ہے: اگر آپ ہمیں ہماری اس بات میں جھوٹا سمجھتے ہیں اور ہماری اس بات کی تصدیق نہیں کرتے کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے، تو آپ اس بستی (مصر) سے پوچھ لیجیے جس میں ہم تھے۔ یہاں بستی سے مراد مصر ہے۔

امام قرطبیؒ کے نزدیک بھی یہاں قریہ سے مراد مصر ہے۔ وسئل القرية سے اھل قریۃ ہیں۔ محض مضاف کے محذوف اور قریۃ سے مراد مصر ہے۔[46] یہاں القریۃ سے متعلق امین احسن اصلاحی صاحب محض مضاف کے محذوف ہونے سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ: وسئل القرية میں مضاف محذوف ہے یعنی وسئل اهل القرية۔[47] مفسرین کے نزدیک یہاں القریۃ سے مراد سرزمین مصر ہے اور اس آیت میں حضرت یوسفؑ کے بھائی اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو اپنی صفائی پیش کر رہے ہیں کہ ہم مصر میں گئے اور یہ واقعہ درپیش آیا۔

## وجہ ششم: القریۃ بمعنی انطاکیہ

مفسرین کرام نے سورۃ الکہف اور سورۃ یٰسین کی آیات میں مذکور القریۃ کی ایک وجہ انطاکیہ بتائی ہے۔ آیت مبارکہ ہے:

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓي اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ[48]

پھر دونوں چل دیئے یہاں تک کہ ایک گاؤں کے رہنے والوں پر گزرے۔

مندرجہ بالا آیت حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کے ایک بستی میں جانے کے حوالے سے ہے جنہوں نے ان کی میزبانی نہیں کی تھی۔ اس بستی کے حوالے سے یہاں القریۃ کے ضمن میں امام قرطبیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس گاؤں کے بارے میں میں اختلاف

ہے بعض نے فرمایا: وہ ایلہ تھا: یہ قتادہ کا قول ہے۔ اسی طرح محمد بن سیرین نے کہا ہے: یہ بخیل ترین لوگوں کا گاؤں تھا اور آسمان سے یعنی اس کی رحمت سے بہت دور تھا۔ بعض نے کہا: یہ انطاکیہ کا گاؤں تھا۔ بعض نے کہا یہ اندلس کا جزیرہ تھا، یہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔[49] ابو البرکات نسفیؒ کے نزدیک یہ بستی انطاکیہ یا ایلہ نامی بستی تھی، فرماتے ہیں کہ پھر وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس پہنچے یہ انطاکیہ نامی بستی تھی یا پھر ایلہ تھی اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں آسمان سے سب سے زیادہ دور یہی بستی تھی۔[50]

دیگر متقدمین مفسرین یعنی امام طبریؒ، ابن کثیرؒ، اور متاخرین میں سے مودودی صاحب اور اصلاحی صاحب نے بستی کے نام کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کسی قسم کا محل وقوع بیان کیا ہے محض بستی والوں کا سلوک بیان کیا ہے۔

سورۃ یٰسین کی آیت مبارکہ ہے کہ:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۔[51]

اور آپ ان کے سامنے بستی والوں کا قصہ بیان کیجئے جبکہ ان کے پاس رسول آئے۔

سورۃ یٰسین کی یہ آیت مبارکہ اصحاب القریۃ کے حوالے سے معروف ہے۔ خدا کے بھیجے گئے رسولوں کو ایک بستی والوں نے جھٹلایا، ان کا مذاق اڑایا اور جب پھر رسول بھیجا گیا تو یہاں تک کہ ان بستی والوں سے رسولوں کو شہید کر دیے جانے کا اندیشہ ہوا اور بعد میں اس قوم کو ان نافرمانیوں کے عوض عذاب سے دوچار گی کا سامنا ہوا۔ یہاں مفسرین کرام نے القریۃ کی تفسیر انطاکیہ سے کی ہے۔ امام طبریؒ کے نزدیکاللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا: اور اے محمد! اپنی قوم کے مشرکوں کے لیے ایک مثال بیان کیجیے، یعنی اس بستی والوں کا ذکر، کہ وہ بستی انطاکیہ تھی۔[52]

امام قرطبیؒ کے نزدیک بھی یہاں القریۃ سے مراد انطاکیہ ہے۔ خطاب نبی کریمؐ کو ہے آپ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ اپنی قوم کے سامنے ان سابقہ لوگوں کا قصہ بیان فرمایئے۔ ماوردی نے بیان کیا ہے کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس بستی سے مراد انطاکیہ ہے۔[53] متقدین مفسرین کے نزدیک یہاں قریہ سے مراد انطاکیہ ہے مگر متاخرین میں سے مودودی صاحب[54] اور اصلاحی صاحب[55] اختلاف کرتے ہیں کہ وہ آبادی انطاکیہ کی نہ تھی۔

## وجہ ہفتم: القریۃ بمعنی سدوم

مفسرین کرام نے سورۃ الانبیاء، سورۃ الفرقان اور سورۃ العنکبوت کی آیات میں وارد لفظ القریۃ کے حوالے سے شہر سدوم کی تعبیر فرمائی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اس شہر میں مبعوث فرمائے گئے تھے اور اہل سدوم کے سنگین جرائم کے باعث ان پر عذاب نازل کیا گیا اور ساری بستی الٹ دی گئی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ ۔[56]

اور ہم نے لوط کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نے انہیں اس بستی سے نجات دی۔

امام طبریؒ یہاں تعبیر فرماتے ہیں کہ:

وقوله: (ونجينٰه من القرية التى كانت تعمل الخبائث،ونجيناه من عذابنا الذى احللنا بأهل القرية التى كانت تعمل الخبائث،وهى قرية سدوم التى كان لوط بعث الى اهلها۔[57]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور ہم نے اسے اس بستی سے نجات دی جو ناپاک کام کیا کرتی تھی۔" یعنی ہم نے اسے اپنے اس عذاب سے نجات دی جو ہم نے اس بستی کے باشندوں پر نازل کیا تھا جو ناپاک کام کیا کرتے تھے۔ یہ سدوم کی بستی تھی، جس کے باشندوں کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔

امام قرطبیؒ کے نزدیک بھی یہاں قریہ سے مراد سدوم ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ: "ونجينة من القرية التى----، "قرية" سے مراد سدوم کا شہر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: یہ سات شہر ہیں چھ شہروں کو حضرت جبرائیل نے الٹ دیا تھا اور ایک شہر کو حضرت لوطؑ اور آپ کے عیال کی وجہ سے باقی چھوڑ دیا تھا"۔[58] متاخرین میں سے اصلاحی صاحب اس آیت کے ضمن میں حضرت لوطؑ کی ہجرت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ انہیں نے اس بستی سے ہجرت فرمائی۔[59]

سورۃ الفرقان کی آیت مبارکہ ہے:

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَي الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ[60]

بلاشبہ یہ لوگ اس بستی پر گزرے ہیں جس پر بری بارش برسائی گئی۔

مفسرین کرام کی آراء لفظ قریہ کے حوالے سے بیان کی جاتی ہیں۔ امام طبریؒ کے نزدیک:

يقول تعالى ذكرة: ولقد اتى هؤلاء الذين اتخذوا القرآن مهجوراً على القرية امطرها الله مطر السوءِ وهى سدوم، قرية قوم لوط۔[61]

اللہ تعالیٰ، جس کا ذکر بلند ہے، فرماتا ہے: "اور یقیناً یہ لوگ (جنہوں نے قرآن کو چھوڑ رکھا ہے) اس بستی کے قریب سے گزرے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے بری طرح کی بارش برسائی تھی۔" اس سے مراد سدوم کی بستی ہے، جو قومِ لوط کی بستی تھی۔

امام قرطبیؒ کے نزدیک بھی یہاں سورۃ الفرقان کی آیت میں لفظ القریۃ سے مراد سدوم ہے۔[62] متاخرین میں سے اصلاحی صاحب یہاں قریہ سے سدوم ہی مراد لیتے ہیں۔ اصلاحی صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہ اشارہ قوم لوط کی بستی کی طرف ہے۔ امطرت مطر السوء سے مراد وہ عذاب ہے جو ان پر آیا۔[63]

لہٰذا یہاں قریش سے خطابت میں سدوم نامی بستی کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں۔ اگلی دو آیات سورۃ العنکبوت کی ہیں جن میں لفظ القریۃ مذکور ہے۔ قرآن مجید میں حضرت لوطؑ کی بستی سدوم کی مسماری کا تذکرہ متعدد جگہوں پر آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ[64]

اور جب ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر ابراہیم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

امام طبریؒ، لفظ القریۃ کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ:

قالت رسل الله لابراهيم: انامهلكواهل هذه القرية، قرية سدوم، وهى قرية قوم لوط۔[65]

اللہ کے فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: "بے شک ہم اس بستی کے باشندوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔" اس سے مراد سدوم کی بستی ہے، جو قومِ لوط کی بستی تھی۔

اسی طرح ابو البرکات نسفیؒ اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اور جب ہمارے فرشتے (حضرت) ابراہیمؑ کے پاس بیٹے اور پوتے یعنی حضرت اسحاقؑ و یعقوبؑ کی ولادت کی خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: بے شک ہم اسی بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں اور قریۃ سے سدوم کا شہر مراد ہے۔[66] مودودی صاحب بیان کرتے ہیں:

اس بستی کا اشارہ قوم لوط کے علاقے کی طرف ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اس وقت فلسطین کے شہر جرون (موجودہ الخلیل) میں رہتے تھے۔ اس شہر کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر بحیرہ مردار (Dead Sea) کا وہ

حصہ واقع ہے جہاں پہلے قوم لوط آباد تھی اور اب جس پر بحیرہ کا پانی پھیلا ہوا ہے۔ یہ علاقہ نشیب میں واقع ہے اور جرون کی بلند پہاڑیوں پر سے صاف نظر آتا ہے۔ اسی لیے فرشتوں نے اس کی طرف اشارہ کر کے حضرت ابراہیم سے عرض کیا کہ "ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں۔[67]

اسی طرح آیت مبارکہ ہے کہ:

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓي اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ[68]

بلاشبہ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں اور اس کی وجہ سے کہ وہ نافرمانی کا کام کرتے رہے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ بھی قوم لوط کی تباہی اور فرشتوں کے آمد کے مضمون کے ساتھ ملحق ہے اور یہ خطاب فرشتوں کا ہے جب حضرت لوطؑ کے پاس وہ پہنچے تھے۔ امام طبریؒ اس آیت میں القریۃ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

يقول تعالى ذكره: مخبراً عن قيل الرسل للوط: (انا منزلون) يا لوط (على اهل اهٰذه القرية) سدوم (رجزاً من السماء يعنى: عذاباً۔ [69]

اللہ تعالیٰ، جس کا ذکر بلند ہے، حضرت لوط علیہ السلام سے فرشتوں کے اس قول کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: "اے لوط! ہم اس بستی (سدوم) کے باشندوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔" یہاں لفظ رِجزاً سے مراد عذاب ہے۔

متقدمین کے دیگر مفسرین امام قرطبیؒ، ابو البرکات نسفیؒ، ابن کثیرؒ اور امام سیوطیؒ نے محض سابقہ آیت مبارکہ کے ساتھ منسلک کر کے وضاحت فرمائی ہے۔ متاخرین میں سے اصلاحی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت لوطؑ کو نجات کی خوشخبری دینے کے بعد فرشتوں نے ان کو اس فیصلہ الٰہی سے بھی آگاہ کر دیا کہ اس بستی والوں پر ہم قہر آسمانی نازل کرنے والے ہیں "رجزاً" سے مراد اس طرح کا عذاب ہے جو سننے اور دیکھنے والوں کے دلوں میں کپکپی پیدا کر دے۔ اس کے ساتھ "من السماء" کی قید اس کی شدت اور بے پنائی کے اظہار کے لیے ہے۔ جس طرح ہم اپنی زبان میں قہر الٰہی یا عذاب الٰہی / آسمانی کے الفاظ بولتے ہیں اسی طرح عربی زبان میں یہ اسلوب ہے۔[70]

لہٰذا آیات میں وارد لفظ "القریۃ" کے حوالے سے مفسرین کرام کی تعبیرات سے واضح ہے کہ ان آیات میں قریہ سے مراد سدوم ہے۔

## وجہ ہشتم: القریۃ بمعنی اریحا

مفسرین نے سورہ البقرہ کی آیت مبارکہ میں وارد لفظ القریۃ کو اریحا سے تعبیر کیا۔ آیت مبارکہ ہے کہ:

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا ۔[71]

اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا داخل ہو جاؤ اس بستی میں پھر کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو۔

امام قرطبیؒ آیت کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس کی تعین میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء نے کہا: یہ بیت المقدس میں سے اریحا ہے۔ عمر بن شیبہ نے کہا: یہ بادشاہوں کی رہائش گاہ تھی۔ ابن کیسان نے کہا۔ شام کا شہر ہے۔ ضحاک نے کہا: الرملہ، اردن، فلسطین اور نذم ہے۔[72] ابو البرکات نفسیؒ یہاں قریہ کا تعین کرتے ہیں:

[واذ قلنا] مقام تیہ سے نکلنے کے بعد ہم نے ان سے فرمایا [ادخلوا هذه القرية] (کہ اس بستی میں داخل ہو

جاؤ) یعنی بیت المقدس یا اریحا میں اور "قریۃ" کا معنی ہے وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں"۔[73]

امین احسن اصلاحی یہاں القریۃ کا تعین کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

اس قریہ سے مراد سرزمین فلسطین کا کوئی شہر ہو سکتا ہے اس لیے کہ آگے [فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا ]کے الفاظ سے اس کی جو تعریف وارد ہے وہ اسی سرزمین کے کسی شہر پر منطبق ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اریحا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابن زیدؒ کی یہی رائے ہے۔ فلسطین کے علاقہ کا یہی شہر بنی اسرائیل کے قبضہ میں سب سے پہلے آیا ہے۔[74]

لہٰذا یہاں البقرہ کی آیت مبارکہ میں القریۃ سے مراد اریحا کا مقام ہے جو کہ فلسطین کا ایک شہر ہے۔

## وجہ نہم: القریۃ بمعنی مدین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ [75]

اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا سو ان پر ایسے وقت میں ہمارا عذاب آیا جب کہ وہ رات گزار رہے تھے یا ایسی حالت میں عذاب آیا کہ وہ دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے۔

اس آیت کے حوالے سے مفسرین کرام نے خاص توجیہات بیان نہیں کیں درحقیقت یہاں قریۃ سے پہلے وارد لفظ کم اسے عام کر رہا ہے۔ یعنی کتنی ہی بستیاں۔ مفسرین میں سے ابو البرکات نسفیؒ بیان کرتے ہیں: اور اس آیت مبارکہ میں ان دو وقتوں کو اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ یہ دونوں وقت غفلت و بے خبری کے ہوتے ہیں تو ان دو وقتوں میں عذاب کا نزول زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر خوف زدہ اور پریشان کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو رات میں سحری کے وقت ہلاک کیا گیا تھا اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو قیلولہ کے وقت ہلاک کیا گیا تھا۔[76] لہٰذا یہاں دو انبیاء کرام کی بستیوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ رات کے وقت حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جو کہ شہر سدوم میں رہتی تھی اور دوپہر کے قیلولہ کے وقت حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوا تھا۔ قصص القرآن میں مولانا محمد حفظ الرحمٰن لکھتے ہیں:

آخر عذاب الٰہی کا وقت آپہنچا ابتداء شب ہوئی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام اپنے خاندان سمیت دوسری جانب نکل کر سدوم سے رخصت ہو گئے اور ان کی بیوی نے ان کی رفاقت سے انکار کر دیا۔[77]

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین یا مدیان میں ہوئی تھی۔[78] لہٰذا یہاں قریۃ سے مراد مدین اور سدوم ہے جن پر عذاب اس وقت نازل ہوا جب وہ غفلت کی نیند سو رہے تھے۔

## وجہ دہم: القریۃ بمعنی اہل حضور

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ [79]

اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو توڑ دیا جو ظلم کرنے والی تھیں، اور ہم نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا فرما دیا۔

یہاں قریۃ سے پہلے لفظ کم، قریۃ کو تخصیص کے مدار سے خارج کر رہا ہے۔ یعنی کتنی ہی بستیاں لفظ قریۃ درحقیقت یہاں بلحاظ عموم وارد ہوا ہے یعنی سابقہ اقوام کی بستیوں کی ہلاکت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن امام قرطبیؒ نے یہاں قریۃ کو مختص کیا ہے۔ ان کے کلام کا حاصل ہے کہ وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ، قریۃ سے مراد وہ شہر ہیں جو یمن میں تھے۔ اہل تفسیر اور مؤرخین نے کہا:

اس سے مراد اہل حضور ہیں۔ یہ قوم وہ تھی جن کی طرف ایک نبی مبعوث کیا گیا تھا جن کا نام شعیب بن ذی مہدم تھا اور اس شعیب نبی کی قبر یمن میں ایک پہاڑ کے پاس ہے جس کو صنعنن کہا جاتا ہے۔ اس میں کثیر نمک ہے۔ یہ شعیب صاحب مدین نہیں کیونکہ حضور کا قصہ حضرت عیسیٰؑ کی مدت سے پہلے کا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی مدت سے دو سال بعد ہوا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے نبی کو قتل کیا تھا اور اصحاب الرس نے اسی تاریخ میں اپنے نبی کو قتل کیا تھا ان کا نام حنظلہ بن صفوان تھا۔ حضور شہر حجاز کی زمین شام کی طرف میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارمیاء کی طرف وحی کی بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کے میں نے اسے عرب کی زمین پر تسلط بخشا ہے اور میں تیرے ذریعے ان سے انتقام لینے والا ہوں۔[80]

امام سیوطیؒ روایت نقل کرتے ہیں:

امام ابن ابی حاتمؒ نے حضرت وہبؒ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: مجھے محررین میں سے ایک شخص نے بتایا کہ یمن میں دو شہر تھے: ایک کا نام حضور تھا اور دوسرے کا نام بھی بتایا۔ پس وہ لوگ مال و دولت، حشمت و ثروت پر اترانے اور گھمنڈ کرنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے تھے۔ جب ان کا غرور و تکبر حد سے بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی مبعوث فرمایا جس نے انہیں دعوت توحید اور پیغام رسالت پہنچایا لیکن ان بدبختوں نے اپنے اس محسن نبی کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کے دل میں ان سے جنگ کرنے کی خواہش ڈال دی۔[81]

ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر میں اس آیت میں وارد قریۃ کے مصداق میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے:

وأن هذا ليس مراداً به قرية معينة ، فما روي عن ابن عباس : أن المراد بالقرية ( حَضوراء ) بفتح الحاء مدينة باليمن قتلوا نبيئاً اسمه شُعيب بن ذي مهدم في زمن أرمياء نبيء بني إسرائيل فسلط الله عليهم بخت نصر فأفناهم[82]

اور اس سے مراد کوئی مخصوص بستی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت منقول ہے کہ یہاں بستی سے مراد حَضوراء (ح کے فتحہ کے ساتھ) ہے، جو یمن کا ایک شہر تھا، وہاں کے لوگوں نے بنی اسرائیل کے نبی حضرت ارمیا علیہ السلام کے زمانے میں شعیب بن ذی مہدم نامی ایک نبی کو قتل کر دیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا، جس نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔

لہٰذا سورۃ الانبیاء کی اس آیت مبارکہ میں وارد قریۃ سے مراد کوئی معین شہر نہیں ہے البتہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہاں قریہ سے مراد یمن کا شہر حضوراء ہے۔

## وجہ یازدہم: القریۃ بمعنی بیت المقدس، اصحاب الرس، ارم

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ [83]

سو کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جو ظلم کرنے والی تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں ہیں جو بے کار ہیں اور کتنے ہی محل ہیں جو مضبوط بنائے ہوئے تھے۔

آیت مذکورہ میں قریۃ کے تین اوصاف بیان کئے گئے ہیں جن میں اول الذکر دونوں اوصاف سے ایسے اشارات ملتے ہیں جن کو اساس مان کر قرآن کے دیگر مقامات سے مفسرین نے لفظ قریہ کے مصادیق کو یہاں پر بھی محمول کیا ہے۔

- **1: بیت المقدس:** فهی خاوية على عروشها پس وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں سورۃ البقرہ کی آیت (۲۵۹) میں یہی

مضمون آیا ہے اور وہاں مفسرین کرام نے القریہ سے بیت المقدس کی تعبیر فرمائی ہے۔ یعنی جسے بخت نصر نے حملہ کر کے ویران وبرباد کر دیا اور اسرائیلیوں کو نکال باہر کر دیا تھا۔[84]

- **2: اصحاب الرس:** درحقیقت یہاں قریۃ بلحاظ عموم وارد ہوا ہے۔ لیکن سیاق وسباق سے بات واضح ہے کہ یہاں مراد کون سی جگہ، مقام، بستی یا قوم مراد ہے۔ آیت میں موجود بئر معطلة سے مراد وہ کنویں ہیں جو خشک ہو گئے تھے۔ امام قرطبیؒ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر محمد بن حسن مقری وغیرہما نے ذکر کیا ہے کہ: البئر، الرس یہ یمن کے علاقہ حضر موت میں عدن کے مقام پر تھا یہ اس شہر میں تھا جسے حضوراء کہا جاتا تھا۔[85] سید سلیمان ندویؒ، تاریخ ارض القرآن میں اصحاب الرس کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ امام طبری نے تین روایات نقل کی ہیں:
  - رس کو بئس کہتے ہیں، ایک امت نے اپنے پیغمبر کو کوئیں میں ڈال دیا تھا، اس لیے اس کو اصحاب الرس کہتے ہیں۔
  - رس ملک آذربیجان کے پار ایک آبادی کا نام ہے۔
  - رس غار کو کہتے ہیں اور اس سے مراد اصحاب الاخدود ہیں۔

لیکن مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں: اصحاب الرس، اسمعیل کی اولاد میں سے تھے وہ دو قبیلے تھے، ایک کا نام قدمان تھا اور دوسرے کا یامین اور کہا گیا ہے کہ رعویل تھا، اور یمن میں تھے۔[86]

- **3: ارم:** آیت مبارکہ میں وارد لفظ قریۃ سے ملحق قصر مشید سے مراد شداد بن عاد کے بنائے گئے محلات ہیں۔ امام قرطبیؒ بیان کرتے ہیں کہ: سہیلی نے کہا ریا پختہ محل یہ وہ محل تھا جسے شداد بن عاد بن ارم نے بنایا تھا۔[87] شہر ارم سے متعلق سورۃ الفجر کی آیت میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ:

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۔[88]

جو قوم ارم تھی یہ لوگ ستون والے تھے۔

اس آیت کے اعتبار سے ابو البرکات نسفی تفصیلاً واقعہ بیان کرتے ہیں جس کا اختصار یہ ہے کہ شداد نے جنت کا ذکر سنا تو کہنے لگا میں ایسی جنت بناتا ہوں۔ اس نے عدن کے کسی صحرا میں ارم شہر تین سو سال میں بنوایا۔ اس کی عمر نو سو سال تھی۔ یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اس کے مکانات سونے چاندی کے بنے تھے۔ اور زرجد و یاقوت کے ستون عمارات کے اندر دیے گئے۔ اس میں قسم قسم کے درخت اور نہریں بھی تھیں۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی تو وہ اہل مملکت کو لے کر اس کی طرف چل دیا۔ جب ایک دن رات کا سفر رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے چیخ بھیج کر ہلاک کر دیا۔[89]

لہٰذا آیت مبارکہ میں وارد قریۃ سے مراد یہاں تین بستیاں مراد ہیں۔ یعنی بیت المقدس، اصحاب الرس، ارم۔

## وجہ دوازدہم: القریتین بمعنی مکہ وطائف

مفسرین نے سورۃ الزخرف کی آیت مبارکہ میں القریتین کی وجہ بیان کرتے ہوئے مکہ وطائف کی وادیوں سے تعبیر کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۔[90]

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔

امام طبری بیان کرتے ہیں:

يقول تعالىٰ ذكره: وقال هؤلاء المشركون بالله من قريش لما جاءهم القرآن من عندالله: هذا سحر، فان كان حقاً فهلا نزل على رجل عظيم من احدى هاتين القريتين مكة او الطائف ۔[91]

اللہ تعالیٰ، جس کا ذکر بلند ہے، فرماتا ہے کہ قریش کے ان مشرکین نے، جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن آیا، تو کہا: یہ جادو ہے۔ پھر اگر یہ واقعی حق ہے تو یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی ایک کے کسی بڑے اور بااثر شخص پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ ان دو بستیوں سے مراد مکہ مکرمہ اور طائف ہیں۔

امام قرطبیؒ القریتین کی توجیہ بیان کرتے ہیں: قریتین سے مراد مکہ اور طائف ہے۔ رجلان سے مراد ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم یہ ابو جہل کا چچا تھا، طائف سے ابو مسعود عروہ بن مسعود ثقفی۔[92] ابو البرکات نسفی بیان کرتے ہیں کہ یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک سے اور دو بستیوں سے مکہ مکرمہ اور طائف مراد ہیں۔ اور مکہ معظمہ کے بڑے آدمی سے مراد ولید بن مغیرہ اور طائف کے بڑے آدمی سے عروہ بن مسعود ثقفی مراد ہے۔[93]

متاخرین میں سے مودودی صاحب[94] اور امین احسن اصلاحی صاحب[95] بھی متقدمین کی تائید کرتے ہوئے القریتین سے مراد مکہ اور طائف مراد لیتے ہیں۔ یعنی مشرکین مکہ نے نزول قرآن سے متعلق بیان بازی کرتے ہوئے یہ کہا کہ مکہ اور طائف میں اتنے عظیم آدمی یعنی ولید بن مغیرہ اور عروہ بن مسعود ثقفی موجود ہیں تو ان پر کیوں نہ قرآن نازل ہوا؟ تو اسی مضمون کے تحت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے۔

## وجہ سیزدہم: القریۃ بمعنی جمیع القری

تیرہویں وجہ کا اطلاق جمیع القریٰ پر ہوتا ہے۔ یعنی اس وجہ میں وہ آیات شامل ہیں جن میں لفظ القریۃ سے مراد کوئی بھی جگہ یا بستی یا قوم مراد ہے جس کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اس وجہ میں مندرجہ ذیل آیات شامل ہیں:

- وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا [96]
- وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ [97]
- وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ [98]
- وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً [99]
- وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ [100]
- مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا [101]
- وَحَرٰمٌ عَلٰي قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [102]
- وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا [103]
- وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا [104]
- وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ [105]
- قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا [106]
- وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا [107]
- وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ [108]
- وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ [109]

## نتائج بحث

1. کتاب اللہ میں مختلف مقامات پر ایک سے زائد معانی کے حامل ایسے مشترک اور متعدد الدلالۃ الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کی تاویل میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ متنوع معانی کی حامل ایک اصطلاح القریۃ ہے جس کی تعبیر اور تفسیری

مصداق کی تعیین میں مفسرین اور ماہرین علوم القرآن مختلف الآراء ہیں۔

2. تصنیفات وجوہ ونظائر میں قرآنی اصطلاح قریۃ کو متعدد وجوہ کے ساتھ موضوع بحث بنایا گیا ہے تاہم ان تصنیفات میں القریۃ کی تعبیرات میں عمومی طور پر اشتراک ویکسانیت کا غلبہ ہے۔ ان کتب میں اس اصطلاح کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ قریۃ کی کل وجوہ تیرہ (13) ہیں۔

3. مفسرین نے سیاق وسباق اور آثار واقوال کے تناظر میں القریۃ کے متعدد استعمالات واطلاقات بیان کئے ہیں۔ کہیں عموم اور کسی جگہ تخصیص کے ساتھ قریہ کا مصداق متعین کیا گیا ہے۔ بعض مواقع پر مفسرین نے ایک ہی آیت میں لفظ قریہ کی ایک سے زائد تعبیرات بیان کی ہیں۔

---

## References

[1] Ibn Durayd, Jamharat al-Lughah, Beirūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 2005, 1: 571.
[2].Ibn Manẓūr al-Ifrīqī, Lisān al-ʿArab, Beirūt, Dār Ṣādir, n.d., 5: 219
.Ibn al-Jawzī, ʿAbd al-Raḥmān b. ʿAlī, Nuzhat al-Aʿyun al-Nawāẓir fī ʿIlm al-Wujūh wa'l-Naẓāʾir, ed
[3].Muḥammad ʿAbd al-Karīm Kāẓim, Beirūt, Muʾassasat al-Risālah, al-Ṭabʿah al-Thālithah, 1987, p. 83
,.Zarkashī, Muḥammad b. ʿAbdullāh, Al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, Beirūt, Dār al-Maʿrifah, 1st ed
[4].193 :1 ,1990
,Suyūṭī, Jalāl al-Dīn ʿAbd al-Raḥmān, Al-Itqān fī ʿUlūm al-Qurʾān, ed. Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm
[5].2nd ed., Beidār, Manshūrāt al-Raۜī, 1934, 2: 144
[6].Muḥammad Farooq Haider, Dr., ʿUlūm al-Qurʾān, Lāhore, Kitāb Sarāe, 1st ed., 2018, p. 271
[7] Dāmaghānī, Ḥusain b. Muḥammad, Al-Wujūh wa'l-Naẓāʾir li-Alfāẓ Kitāb Allāh al-ʿAzīz, Beirūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, p. 375.
[8].Ibn al-Jawzī, Nuzhat al-Aʿyun al-Nawāẓir, pp. 499–501
[9]Fīrūzābādī, Muḥammad b. Yaʿqūb, Baṣāʾir Dhawī al-Tamyīz fī Laṭāʾif al-Kitāb al-ʿAzīz, Beirūt, al-
266،Maktabah al-ʿIlmiyyah, n.d., 4: 265
[10].anʿānī, ʿAbd al-Razzāq, Al-Muṣannaf, Bāb al-ʿIlm, ḥadīth (20473)
[11]Al-Nisāʾ, 4: 75.
.Qurṭubī, Muḥammad b. Aḥmad Abū Bakr, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, ed. al-Turkī, ʿAbdullāh b
[12].ʿAbd al-Muḥsin, Beirūt, Muʾassasat al-Risālah, 1st ed., 2006, 6: 460
Nasafī, ʿAbdullāh b. Aḥmad b. Maḥmūd, Madārik al-Tanzīl wa Ḥaqāʾiq al-Taʾwīl, ed. Yūsuf ʿAlī
[13].Badīwī, Beirūt, Dār al-Kalimah al-Ṭayyib, 1st ed., 1998, 1: 374
[14].Mawdūdī, Sayyid Abū al-Aʿlā, Tafhīm al-Qurʾān, Lāhaur, Idārah Tarjumān al-Qurʾān, 1: 372
[15]Al-Naḥl, 16: 112.
T abarī, Muḥammad b. Jarīr b. Yazīd, Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān, ed. Bashshār ʿAwād
[16].Maʿrūf, Beirūt, Muʾassasat al-Risālah, 1st ed., 1994, 4: 563
Ibn Kathīr, ʿImād al-Dīn Ismāʿīl b. ʿUmar, Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm, ed. al-Ḥazzārī, ʿĀdil b. Yūsuf, al-
[17].Qāhirah, al-Maktabah al-Islāmiyyah, 1st ed., 2017, 4: 507
[18].Mawdūdī, Tafhīm al-Qurʾān, 2: 577
[19].Iṣlāḥī, Amīn Aḥsan, Tadabbur al-Qurʾān, Lāhaur, Fārān Foundation, November 2009, 4: 458
[20].Muḥammad, 47: 13
[21].abarī, Jāmiʿ al-Bayān, 7: 37
[22].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 19: 258
[23].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 3: 325
Suyūṭī, Jalāl al-Dīn, Al-Durr al-Manthūr fī al-Tafsīr bi'l-Maʾthūr, ed. al-Turkī, ʿAbdullāh b. ʿAbd al-
,Muḥsin, al-Qāhirah, Markaz Hajr li'l-Buḥūth wa'l-Dirāsāt al-ʿArabiyyah wa'l-Islāmiyyah, 1st ed., 2003
[24].362 :13
[25].Mawdūdī, Tafhīm al-Qurʾān, 5: 21
[26].Al-Baqarah, 2: 259
[27].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 4: 296
[28].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 1: 214

,Saʿīdī, Ghulām Rasūl, Tibyān al-Qurʾān, taṣḥīḥ: Fayḍī, Muḥammad Ibrāhīm, Lāhaur, Farīd Book Stall [29].3rd ed., 1999, 1: 942
[30].Al-Aʿrāf, 7: 161
[31].Tabarī, Jāmiʿ al-Bayān, 3: 513
[32].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 1: 612
[33].Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, 3: 378
[34].Al-Aʿrāf, 7: 163
[35].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 9: 362
[36].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 1: 613
[37].Suyūṭī, Al-Durr al-Manthūr, 6: 633
[38].Mawdūdī, Tafhīm al-Qurʾān, 2: 89
[39].Yūnus, 10: 98
[40].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 11: 54
[41].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 2: 42
[42].Ibn Kathīr, Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm, 4: 201
[43].Mawdūdī, Tafhīm al-Qurʾān, 2: 312
[44].Yūsuf, 12: 82
[45].abarī, Jāmiʿ al-Bayān, 4: 382
[46].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 11: 427
[47].Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, 4: 246
[48].Al-Kahf, 18: 77
[49].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 13: 334
[50].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 2: 313
[51].Yāsīn, 36: 13
[52].abarī, Jāmiʿ al-Bayān, 6: 269
[53].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 17: 423
[54].Mawdūdī, Tafhīm al-Qurʾān, 4: 248
[55].Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, 6: 409
[56].Al-Anbiyāʾ, 21: 74
[57].abarī, Jāmiʿ al-Bayān, 5: 268
[58].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 14: 231
[59].Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, 5: 166
[60].Al-Furqān, 25: 40
[61].abarī, Jāmiʿ al-Bayān, 5: 472
[62].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 15: 415
[63].Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, 5: 469
[64].Al-ʿAnkabūt, 29: 31
[65].abarī, Jāmiʿ al-Bayān, 6: 68
[66].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 2: 674
[67].Mawdūdī, Tafhīm al-Qurʾān, 3: 696
[68].Al-ʿAnkabūt, 29: 34
[69].abarī, Jāmiʿ al-Bayān, 6: 70
[70].Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, 6: 39
[71].Al-Baqarah, 2: 58
[72].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 2: 122
[73].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 1: 91
[74].Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, 1: 219
[75].Al-Aʿrāf, 7: 4
[76].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 1: 555
[77].Sihārawī, Muḥammad Ḥifẓ al-Raḥmān, Qiṣaṣ al-Qurʾān, Karāchī, Dār al-Ishāʿat, 1: 200
[78].Ibid., p. 621
[79].Al-Anbiyāʾ, 21: 11
[80].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 14: 181
[81].Suyūṭī, Al-Durr al-Manthūr, 10: 275

:Ibn ʿĀshūr, Muḥammad Ṭāhir, Al-Taḥrīr wa'l-Tanwīr, Tūnis, al-Dār al-Tūnisiyyah li'l-Nashr, 1984, 17
[82].24
[83].Al-Ḥajj, 22: 45
[84].Saʿīdī, Ghulām Rasūl, Tibyān al-Qurʾān, 1: 942
[85].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 14: 417
[86].Nadwī, Sayyid Sulaymān, Tārīkh Arḍ al-Qurʾān, Karāchī, Majlis Nashriyāt Islām, n.d., 2: 361
[87].Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 14: 418
[88].Al-Fajr, 89: 7
[89].Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 3: 638
[90]Al-Zukhruf, 43: 31.
[91]Tabarī, Jāmiʿ al-Bayān, 6: 519.
[92]Qurṭubī, Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, 19: 36.
[93]Nasafī, Madārik al-Tanzīl, 3: 271.
[94]Mawdūdī, Tafhīm al-Qurʾān, 4: 536.
[95]Iṣlāḥī, Tadabbur al-Qurʾān, 7: 225.
[96].Al-Anʿām, 6: 123
[97].Al-Aʿrāf, 7: 94
[98].Al-Ḥijr, 15: 4
[99].Al-Isrāʾ, 17: 16
[100].Al-Isrāʾ, 17: 58
[101].Al-Anbiyāʾ, 21: 6
[102].Al-Anbiyāʾ, 21: 95
[103].Al-Ḥajj, 22: 48
[104].Al-Furqān, 25: 51
[105].Al-Shuʿarāʾ, 26: 208
[106].Al-Naml, 27: 34
[107].Al-Qaṣaṣ, 28: 58
[108].Al-Zukhruf, 43: 23
[109].Al-Ṭalāq, 65: 8